www.neweramagazine.com

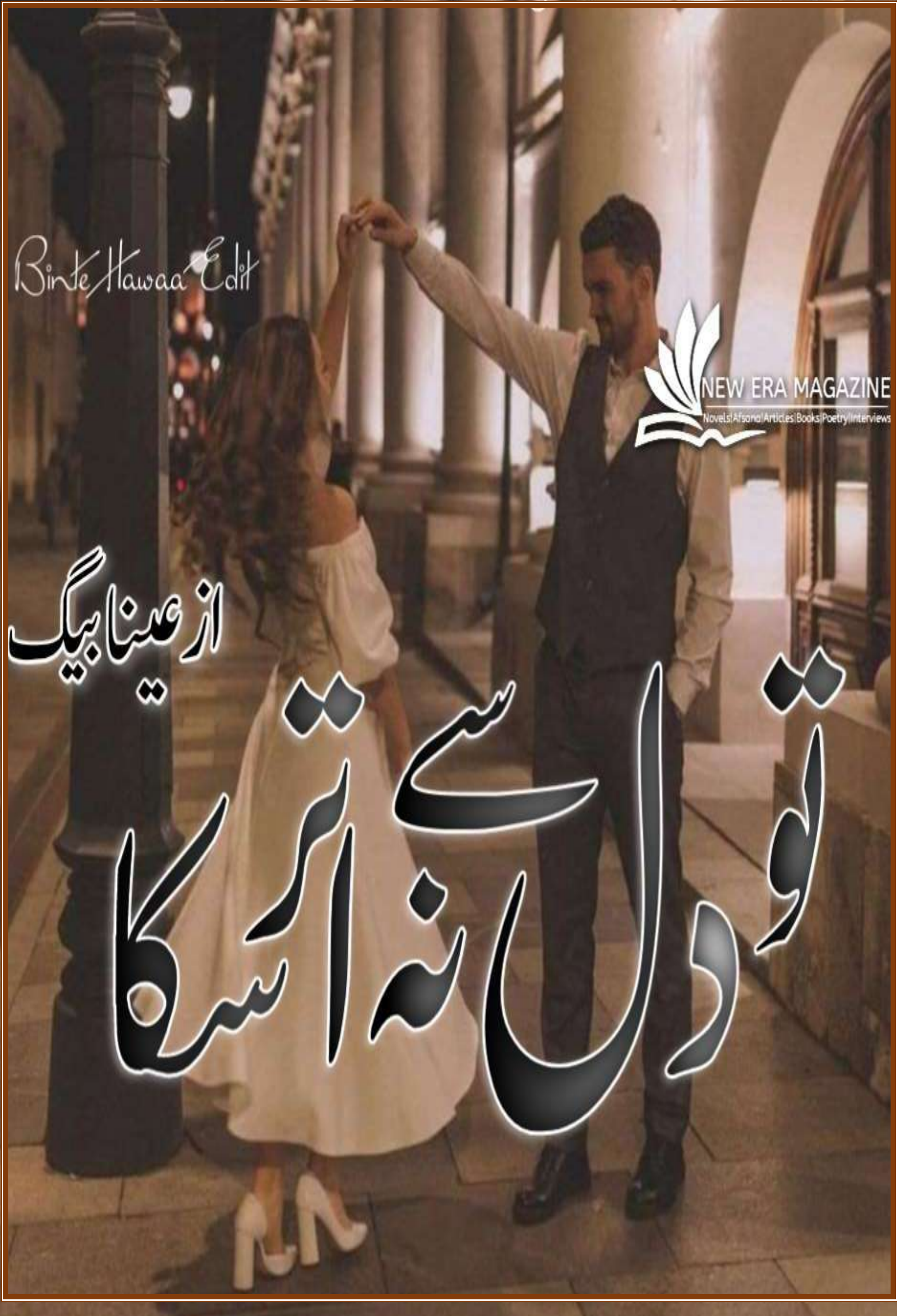

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو دل سے نہ اتر سکا

از عینا بیگ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں آج کا دن زیادہ خوشگوار تھا۔ وعدے کے مطابق اس نے اتوار اس گھر میں گزارا۔ کھلی کھڑکی سے آتی ہوا کی جگہ اب تیز دھوپ نے لے لی تھی۔ آنکھوں پر روشنی پڑنا اتنا ناگوار گزرا تھا کہ تکیے کے نیچے سر دبا لیا۔ آڑا ترچھا اوندھا منہ لیٹا ہوا وہ گہری نیند میں تھا۔ گھڑی نو بجا رہی تھی جب اسکے کمرے کا دروازہ پوری قوت سے کھولا گیا۔ تیز آواز کانوں میں پڑی تو آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ وہ کمرے میں اسکی موجودگی جان گیا تھا۔ یہ سوچ کر اٹھنے کے بجائے آنکھیں پھر موندلی گئیں۔

"میرو!" گیلا لرزتا لہجہ۔۔اس کی آواز پر خود ہی آنکھیں کھل گئیں۔

"کیا ہوا ہے؟" وہ خود کو روک نہ پایا۔ گھمبیر آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"اتنا مت سویا کرو!" روتے ہوئے قدرے غصے سے کہا گیا۔۔۔یا شاید بتایا گیا۔

"تم میرے اتنا سونے پر رو رہی ہو؟" وہ اسے اٹھا چکی تھی۔ تکیے پر زور رکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھا۔ موبائل، جیکٹ سمیت کافی ساری چیزیں بستر کے آس پاس فرش پر گری ہوئی تھیں۔ ایسا پہلی بار نہیں تھا۔ رات جن چیزوں کو ساتھ لے کر سوتا تھا اگلے دن اسے فرش سے ہی اٹھانی پڑتی تھیں۔

"نہیں میرو۔۔" آنسو رخسار پر بہنے لگے۔ اس نے گہری سانس بھری۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مجھے شرٹ چینج کرنی ہے۔ باہر جاؤ میں آ رہا ہوں۔" فرش پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا گیا۔ سونے سے قبل وہ اپنی سیاہ شرٹ تبدیل کرنا بھول گیا تھا۔ وارڈروب سے سرمئی کالر والی شرٹ نکال کر وہ لمحہ بھر کو سنگھار میز کے آگے رکا۔ آئینے میں اپنے آپکو دیکھتے ہوئے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیلی۔ کشادہ بھرا سینہ اور بھرے بھرے بازو۔۔ ہلکی ہلکی شیو جو اسکے چہرے کو پر وقار بناتی تھی۔ آنکھیں ادھوری نیند کے باعث سرخ ہو رہی تھیں۔ پیچھے وہ لڑکی اسے بہت غور و غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم بالکل اچھے نہیں ہو میرو۔۔" آنسوؤں میں روانی آگئی۔ میرو نے اسے آئینے کے عکس میں دیکھا۔ یہ لڑکی اسکے لیے کیا تھی وہ کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ دل بوجھل سا ہوا۔ وہ رکی نہیں تھی بلکہ باہر نکل گئی تھی۔

شرٹ تبدیل کر کے اس نے بال سنوارتے ہوئے کسی کو کال ملائی تھی۔ بیل جا رہی تھی مگر کال نہیں اٹھائی گئی۔ دو تین کالز کے بعد وہ خود ہی موبائل جیب میں رکھتا خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے باہر نکل آیا۔

"وہ کیوں رو رہی ہے اماں؟" اس نے دور ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آنکھیں اس چھوٹی لڑکی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ رخ موڑ کر نظر پڑی تو وہ کچھ فاصلے پر بنے کچن میں کھڑی شاید چائے بنا رہی تھی۔

"اتوار ہے اور کام والی نہیں آئے گی۔ میں نے تو بس یہ کہا ہے کہ گھر کی صفائی کر لو۔۔ مگر اس سے یہ بات بھی سہی نہ گئی اور تمہارے پاس روتے ہوئے چلی آئی۔"

"روما سے کام مت کروایا کریں اماں۔ یہ روتی ہے تو میرا دل بہت دکھتا ہے۔" میرو نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا جو میرو کو اپنی طرفداری کرتے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ جو کہتا تھا اماں وہیں مانیں گی۔

"تم نے اسے بہت بگاڑ دیا ہے بیٹا۔" اماں بے چارگی سے نفی میں سر ہلانے لگیں۔

"بس یہ مجھے روتے ہوئے اچھی نہیں لگتی۔" جوتے اٹھا کر وہ لاونج میں داخل ہوا۔ صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے روما کو چائے کی ٹرے اندر لاتے دیکھا۔ لبوں پر دھیمی مسکراہٹ تھی۔ میرو نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے جوتوں میں پاؤں ڈالا۔

"تم جا رہے ہو؟" اماں چائے کی پیالی پکڑتی ہوئی بولیں۔

"ہاں اب چونکہ اس نے مجھے جلدی اٹھا ہی دیا ہے تو دوست سے ملنے چلا جاؤں۔ چھ دن

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بعد یہ اتوار ہی تو سکون لاتا ہے۔۔ورنہ آفس میں وقت کا پتا نہیں چلتا۔"جوتے پہن کر کھڑا ہوا تھا رومانے اسے گردن اٹھا کر دیکھا۔وہ اس کے سینے سے بھی نیچے آتی تھی۔

"دوست کے ساتھ ملاقات کے بعد تم اپنے اپارٹمنٹ چلے جاؤ گے؟"رومانے اداسی سے پوچھا۔اس نے اثبات میں سر ہلایا اور گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔دس بج رہے تھے۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ سوچا ہے؟"

"مطلب؟؟"وہ اس بار چونکا نہیں تھا۔۔کیونکہ وہ ان کے سارے مطلب جانتا تھا۔

"اپنی زندگی سنوارنے کے متعلق؟"

"آپ کو لگتا ہے شادی سے زندگی سنور جاتی ہے؟"لہجہ قدرے سنجیدہ تھا۔

"تمہاری عمر۔۔۔"وہ ابھی مزید بولتیں کہ رومانے بات شروع کی۔

"بھائی سے شادی کون کرے گا اماں؟ یاد نہیں بھابھی کیسے چلی گئی تھیں میرو کو چھوڑ کر۔۔۔"وہ ماں کو یاد کرواتی میرو کا دل جلا۔

"خاموش روما! اسے بھابھی کہنا بند کرو۔"گھوری سے نوازا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں تو تمہاری طرفداری کر رہی تھی تاکہ اماں تمہارے لیے رشتہ نہ ڈھونڈیں۔"

اس نے کندھے اچکائے۔

"آئے ہائے چپ کرو تم تو۔۔میری بیٹے میں بھلا کوئی کمی ہے؟ لمبا چوڑا خوبصورت مرد ہے۔" اماں بھی اسکی خوبیاں گنوانے لگیں۔وہ گہری سانس بھر کر نفی میں سر ہلانے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ یہ باتیں کبھی ختم نہیں ہونے والیں۔

"بہرحال میں چلتا ہوں۔"گاڑی کی چابی اچھال کر ایک ہاتھ سے پکڑتے ہوئے وہ روما کے بال سہلانے لگا۔

"تم اب کب آؤ گے۔۔؟"وہ اس کے قریب آئی۔

"ویک اینڈ۔۔تم جانتی ہو مگر پھر بھی ہر بار یہی پوچھتی ہو۔"اس کا سر اپنے سینے پر ٹکاتا ہوا وہ بہت پیار سے بولا۔

"تم بیچ میں چکر ضرور لگانا میرو۔میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔"اس کی آنکھوں میں میرو کے لیے بے پناہ محبت تھی۔وہ ہنس دیا۔

"تمہیں پڑھائی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔چند ماہ میں تمہارے بورڈز ہیں۔اماں سے بالکل شکایت نہ ملے۔"وقت بڑھ رہا تھا۔اسے اب جلد سے جلد جانا تھا۔گھر پر نگاہ

دوڑاتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

"تم مجھے اپنے اپارٹمنٹ کب لے کر جاؤ گے؟" وہ پیچھے سے آواز لگاتی ہوئے بولی۔

"اگلے ہفتے۔" اس کی بات پر وہ رکا نہیں۔۔ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ رومابھاگتے ہوئے ٹیرس کی جانب بھاگی اور وہاں سے نیچے دیکھنے لگی۔ میر واپنی کالی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے ہاتھ ہلانے لگی جبکہ میر واسے دیکھ کر محض مسکرا کر رہ گیا۔ گاڑی آگے بڑھ چکی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح اتوار کے روز میرو کے چلے جانے پر اداس ہو گئی تھی۔ کاش وہ اس سے روز مل پاتی۔۔۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا آپکو لگتا ہے وہ اپنا جرم قبول کرے گا؟" خرم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اسکی بات پر دور کرسی پر بیٹھا شخص ایک انداز سے مسکرایا۔ اسکے دائیں گال پر ڈمپل گہرا ہوا۔

"ہاں اسے کرنا پڑے گا۔" ٹانگ پر ٹانگ جمی ہوئی تھی۔

"ہم پشت پر گولی مار کر کام تمام کر سکتے ہیں۔ چھ ماہ گزر گئے ہیں۔ وہ اب تک اپنے جرم سے مکر رہا ہے باس۔" خرم نے سمجھانا چاہا۔

"اسے مارنا میرے لیے اتنا آسان نہیں خرم۔۔۔" گھمبیر بھاری آواز کمرے میں گونج

رہی تھی۔سیاہ کوٹ کو درست کرتا ہوا وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔میز پر رکھی ایک تصویر پر نگاہ پڑی تو دل کٹ کر گیا۔آنکھیں تکلیف سے میچ لی گئی۔وہ ایک لڑکی تھی جو تصویر میں اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ اس رات وہ قتل اس شخص نے ہی کیا تھا۔میری زندگی۔۔میرا سکون۔۔سب برباد ہو گیا خرم۔۔کتنا اعتماد تھا مجھے اس پر۔۔اور اسی نے میری دنیا جلادی مگر یہ دل۔۔یہ دل اسے پھر بھی مہلت دینا چاہتا ہے۔یہ چاہتا ہے اسے جرم قبول کرنے تک کی مہلت دی جائے۔" بات کرتے ہوئے اسکی آواز عجیب سی ہونے لگی۔بھاری آواز مزید بھاری ہو گئی۔خرم نے نگاہ اٹھا کر باس کو دیکھا۔

"وہ جو چھ ماہ میں نہیں مانا آپکو لگتا ہے آگے کبھی آسانی سے مانے گا؟وہ یونہی مکرتا رہے گا باس!"

"میں اسے اتنی اذیت دوں گا کہ وہ مجبور ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کرلے گا۔" کنپٹی کی رگیں ابھر کر غائب ہوئیں۔آنکھیں انتقام کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"مگر باس۔۔۔" خرم نے کچھ کہنا چاہا۔

"شٹ اپ خرم!" وہ دھاڑ کو گویا ہوا۔

"وجاہت سلطان بہتر جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔" بھنویں آپس میں ملی ہوئی تھیں چہرے پر مضبوطی تھی جسے خرم نوٹ کرتا ہوا اپنی نگاہیں نیچی کر چکا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں۔۔" وہ محض اتنا ہی کہہ سکا۔ وجاہت سلطان نے اسے اشارے سے باہر جانے کا کہا تھا جس پر خرم نے اسکے حکم کی تکمیل کی تھی۔ وہ نیلے ٹاپ میں بیٹھ کر مسکراتی لڑکی اسے اب بھی دیکھ رہی تھی۔ دل چھلنی ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔

"کاش کے یادوں کے ساتھ وقت بھی لوٹایا جاتا تو شاید میں تمہیں بچالیتا۔" ایک تڑپاتی سوچ۔۔۔

"نو بجے ہی تیرے بھائی کو اٹھا دیا گیا تھا۔ کیا یہ ظلم تھوڑا تھا؟" آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر وہ اب اسکے بستر پر دوسری طرف لیٹا اپنے دکھڑے سنا رہا تھا۔ ایک طرف بستر پر سوتا وجود اسکی باتوں کو ایک بار پھر نیند میں جانے سے قبل سن رہا تھا۔

"تو سن رہا ہے نا؟" کافی دیر تک جب اسکا جواب نہ پایا تو گردن موڑ کر اسکے سوتے وجود کو دیکھا۔ بھنویں آپس مل گئیں۔ ہاتھ اٹھا کر زور سے کمر پر ایک جڑ دیا۔ وہ کراہا۔۔

"ہاں سن رہا ہوں۔۔ پھر؟؟" بھاری آواز کمرے میں گونجی۔ ایک آنکھ آدھی کھول کر میرو کو دیکھا گیا جواب مطمئن نظر آرہا تھا۔

"پھر میں نے سوچا میری نیند خراب ہو ہی گئی ہے تو کیوں نہ تیری بھی خراب کروں۔ اس لیے بغیر ناشتہ کیے تیرے پاس چلا آیا تاکہ کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں جا کر ناشتہ کر سکیں۔" نگاہیں ایک بار پھر چھت کو گھور رہی تھیں۔ اسکی بات پر وہ آنکھیں موند کر لیٹا شخص اٹھ کر بیٹھا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا میر! اور اچھا ہو گا اگر تم دوبارہ سو جاؤ کیونکہ آج چھٹی والے دن میں سونے کا موقع نہیں کھونا چاہتا۔"

ہاں وہ میر تھا۔۔ کسی کا میر تو کسی کا میرو۔۔ مگر نام میر ویس!

"پورے ایک ہفتے بعد ملا ہوں تم سے! چلو اٹھو کہیں باہر چلتے ہیں۔" اسکی کمر تھپتھپاتے ہوئے میر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سامنے والے شخص کی آنکھوں میں ڈھیروں غصہ جمع تھا چار و ناچار اسے اٹھنا پڑا۔

"تمہیں اٹھانے کا کام کس نے انجام دیا تھا؟" وارڈروب سے کالر والی شرٹ نکال کر پہنتے ہوئے اس نے گھور کر پوچھا۔ بال آنکھوں کے آگے آئے ہوئے۔ اسکے بھرے بھرے بازوؤں میں لکیریں نمایاں تھیں۔۔ چوڑے کندھے اور کشادہ سینہ۔۔

"ایک ہی تو میرے دل کا ٹکڑا ہے جو مجھے چین نہیں لینے دیتا۔" گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے موبائل سامنے رکھا۔

"روما کا کمال ہے۔" قہقہہ گونجا۔

"پتا نہیں یہ بہنیں بھائیوں کو اس قدر کیوں عزیز ہوتی ہیں کہ ہم انکی ساری غلطیاں معاف کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ بڑی غلطی چھوٹی لگتی ہے اور چھوٹی غلطی نظر ہی نہیں آتی۔۔" میر کے خیالوں میں روما گھومنے لگی تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"اور جب آپکی بہن آپ سے پندرہ سال چھوٹی ہو تو پھر آپ اسے صرف بہنوں کی طرح نہیں بلکہ بیٹیوں کی نظر سے بھی دیکھتے ہیں۔ تم جانتے ہو یہ احساس کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے۔" لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ قائم تھی۔

"میرے گھر میں کوئی عورت نہیں مگر مجھے اندازہ ہے۔۔ ساویز خانزادہ روما کو اپنی ہی بہن مانتا ہے میر۔۔" لبوں پر مسکراہٹ عیاں ہوئی۔ وہ ایک انداز سے مسکراتا ہوا واش روم سے فریش ہو آیا۔ میر نے گھڑی پر نگاہ ڈالی جو بارہ بجا رہی تھی۔

"بارہ بج گئے!!" وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اسکا مطلب ہے میں تمہیں پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اٹھا رہا تھا؟" آنکھیں سکیڑ کر چبا کر کہا گیا۔ ساویز نے شانے اچکائے۔

"یاد ہے آخری بار جب میں تمہیں پک کرنے آیا تھا اور تم سو رہے تھے؟ اپنے تین گھنٹے لگا کر تمہیں کتنی محنت سے اٹھایا تھا۔" اس نے میر کی نیند پر طنز کیا۔۔ میر ڈھٹائی سے ہنس دیا۔

"تاریخ میں لکھا جائے گا کہ میر اتوار کے روز جلدی اٹھا تھا۔" خود ہی اپنی بات پر قہقہہ لگاتا ہوا وہ ساویز کے برابر آ کھڑا ہوا۔ اسکی سنگھار میز سے پرفیوم اٹھا کر خود پر چھڑکا تھا۔ وہ دونوں ہی اب اپنی اپنی تیاری آئینے میں دیکھ رہے تھے۔ لمبا قد اور چوڑے شانے۔۔ میر کی سیاہ آنکھوں نے دراز کا رخ کیا۔

"یہ پرفیوم؟" کچھ چونک کر نیلی بوتل کو دیکھا۔ "پچھلی بار تو تمہارے پاس نہیں تھا؟"

"ہاں اس بار سوچا ہے کچھ نیا ٹرائی کروں تو بس اسی لیے لے لیا۔" ساویز آستین کے کف فولڈ کرتا کھڑکی کی جانب آیا۔ دھوپ آنکھوں پر پڑی تو بھوری آنکھیں مزید ہلکی ہو گئیں۔ پردے لگا کر کمرے کو باہر کی روشنی سے محفوظ کر لیا۔

"ہم کس کی گاڑی میں جا رہے ہیں؟" وہ جو میز سے گاڑی کی چابی اٹھانے لگا تھا پوچھ بیٹھا۔

"میری۔۔" اسکے سارے پرفیومز خود پر چھڑکتے ہوئے میر ویس اب تیار تھا۔ ساویز شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"میں آج پھر اپنے بیٹے کے لیے تمہارے گھر آئی ہوں۔ پہلے سے جانتی ہو کہ باصم

تمہاری بیٹی سے کتنی محبت کرتا ہے۔وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر تم میاں بیوی ہو کہ مانتے ہی نہیں!"ناک بھنویں چڑھی ہوئی تھیں۔"غنایہ کا رشتہ میرے بیٹے سے طے نہ کرکے تم لوگ کسی نقصان کو دعوت دینا چاہتے ہو عفت؟"وہ تڑخ کر بولیں۔

سامنے بیٹھے عفت خاتون نے ذرا گردن موڑ کر دور غنایہ کو دیکھا تھا جو ڈری سہمی اپنی تائی کی آواز پر لرز رہی تھی۔

"آپکا بیٹا راہ چلتے میری بیٹی کو چھیڑتا ہے بھابھی۔اسے تنگ کرتا ہے!کیا شریف لڑکے ایسے ہوتے ہیں؟"باصم کا خیال آیا تو زبان کڑوی سی ہوگئی۔

"ہائے ہائے!چھیڑتا نہیں ہے بلکہ اسکے دل میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔" وہ عورت سنبھلنے میں نہیں آرہی تھی۔

"ابرار اپنی بیٹی کی شادی کبھی باصم سے نہیں کریں گے۔آپ خود جانتی ہیں اسکے مشغلے۔۔سگریٹ،جوا اور پھر ایک ماہ پہلے جیل سے ہو کر آیا ہے۔ہماری بیٹی بوجھ نہیں کہ کسی کے ساتھ بھی بیاہ دیں۔"انکے دل میں ایک عجیب خوف تھا جس کے باعث وہ کھل کر نہیں بول پارہی تھیں۔۔ایک ڈر۔۔گردن موڑ کر ڈوبتے دل سے بیٹی کو ایک بار دیکھا۔اسکے رخسار بھیگے ہوئے تھے۔نجانے ان آنسوؤں میں کس کا ہاتھ تھا۔۔ باصم کا یا عفت اور ان کے شوہر کا۔۔جو اپنی بیٹی کو وہ اعتماد نہیں دے سکے جو آج کل کے

دور میں ہر ماں باپ کو اپنی بیٹیوں کو دینا چاہیے۔۔جو اتنی بھی ہمت والی نہیں تھی کہ اپنا لیے لڑ سکے۔۔

"تم لوگ ٹھیک نہیں کر رہے ہو! جائیداد ایک ہی صورت میں مل سکے گی! اگر تم نے غنایہ کی شادی باصم سے نہ کروائی تو ابرار کو اتنی بھاری جائیداد سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔" وہ اپنا زور چلانے کے لیے چیخ کر کھڑی ہوئیں۔ چہرے پر نمایاں ہوئی لکیریں ان کے غصے کی نشانی تھیں۔ عفت کا دل کٹ سا گیا۔ہاں ابرار کی وہی جائیداد جس پر عفت کا جیٹھ قبضہ کر بیٹھا تھا۔ نجانے لوگ دوسرے کی شرافت کا فائدہ کیوں اٹھاتے ہیں۔

"غنایہ بوجھ نہیں۔۔"انہوں نے محض یہی کہا۔ وہ تن فن کرتیں غنایہ کو ایک گھوری سے نواز کر باہر نکل گئیں۔ گھر میں خاموشی چھا گئی۔

"آپ لوگ میری وجہ سے پریشان رہتے ہیں نا؟"اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔

"میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ ایک بالکل اچھا مرد نہیں۔ اسکے سامنے میں خود کو غیر محفوظ محسوس کرتی ہوں۔"دل سہما ہوا تھا۔اسے خدشہ تھا کہ ایک دن کہیں اسکے ماں باپ اتنے مجبور نہ ہو جائیں کہ خود اسے باصم کے ساتھ نہ بیاہ دیں۔

"میں نے کہا نا کہ غنایہ ہم پر بوجھ نہیں۔۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔ ہم تمہاری وجہ سے پریشان نہیں رہتے غنایہ۔۔ ہم بس ان ساری تکلیفوں، پریشانیوں کو تم

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ تمہارا باپ تمہیں کبھی ایسے ہاتھوں میں نہیں دے گا جو تمہاری قدر نہ کر سکے۔" ان کا دل گھبرا رہا تھا۔ وہ جانتی تھیں ابرار کے آفس سے لوٹنے پر جب وہ انہیں آج کا واقعہ سنائیں گی تو وہ کتنا پریشان ہو جائیں گے۔ کھانا ادھورا چھوڑ دیں گے اور بستر پر کروٹیں بدلتے رہیں گے۔۔ ایسا ہی تو ہوتا آیا تھا۔ غنایہ کو اطمینان دلا کر وہ خود سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تائی دوبارہ آئیں تو؟" دل میں خدشہ جاگا۔ عفت کی کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

"ہم۔۔۔ ہم دیکھ لیں گے مگر تم کسی کو نہ بتانا۔۔ تم اپنی بہن کو آج کے بارے میں بھی کچھ نہ بتانا غنایہ۔ اگر اسے پتا چل گیا تو بھائی جان کے گھر جا کر ایک تماشہ کھڑا کر دے گی اور یوں معاملہ خراب ہو جائے گا۔"

غنایہ کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ کاش کہ وہ اپنی بڑی بہن کو کال کر کے بتا سکتی کہ وہ کیا محسوس کرتی ہے۔ ہاں مگر امی ٹھیک کہتی ہیں۔ اگر اسے پتا چل گیا تو وہ بھڑک اٹھے گی اور باصم کے گھر جا کر تماشہ کھڑا کر دے گی۔ کبھی کبھی اسے اپنی بہن کا یہ کانفیڈنس اچھا لگتا مگر دوسرے ہی پل وہ سوچنے لگتی کہ اتنا کانفیڈنس بھی معاملہ خراب کر سکتا ہے۔ لب بھینچ کر اس نے اپنا رخ اندر کمرے کی جانب کر لیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

"میں نے اس ریسٹورینٹ کے کھانے بہت یاد کیے! کیا ذائقہ ہے۔" سامنے رکھی کھانوں کی پلیٹوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے وہ بے حد خوشگوار موڈ میں بولا۔ مقابل رکھی کرسی پر بیٹھا ساویز سانس بھر کر رہ گیا۔

"نظر تو خیر آرہا ہے۔" وہ محض اسے کھاتے ہوئے دیکھ کر یہی کہہ سکا۔

"تم کیوں نہیں کھا رہے؟"

"کیونکہ مجھے اپنی ڈائٹ کا خیال ہے۔" دانت پیس کر وہ اس جملے میں بہت کچھ کہہ چکا تھا۔ "میں اپنی جم کی محنت یوں برباد نہیں کر سکتا۔" دونوں بازو میز پر رکھ کر وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ میر ویس کا لقمہ منہ میں ہی رہ گیا۔

"مم۔ میں۔۔۔ میں بھول گیا تھا۔" جیسے یکدم چونک اٹھا ہو۔ "مگر دیکھو ٹرینر نے کہا تھا کہ اتوار کے روز تم لوگ جو کھانا چاہو کھا سکتے ہو۔" خود کو محفوظ کرنا جیسے مشکل ہو گیا۔ ساویز نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

"اگر اسے پتا چل جائے کہ اسکی بات کو تم نے اس طرح سے استعمال کیا ہے تو وہ شاید خفا ہو جائے۔" میز کھانے کے لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔ پورا ہفتہ اپنے ہاتھ کے بنائے کھانے ہی کھانے پڑتے ہیں۔" سر

جھٹک کر وہ پھر مصروف ہو گیا۔

"تم جم دوبارہ کب سے جوائن کرو گے؟" ساویز کو علم تھا کہ میر وہیس کی جاب اسے اس کے شوق پورے کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ صبح کا نکلا رات کو گھر پہنچتا ہے تو تھکاوٹ نیند کی جگہ لے لیتی ہے۔

"آج کل صبح آٹھ بجے ہی اٹھنا پڑتا ہے۔ایک ہفتے میں جاب کے اوقات مزید بہتر ہو جائیں گے تو صبح کے وقت جوائن کروں گا۔" اسکے بال بار بار آنکھوں پر آرہے تھے جنہیں وہ ہاتھ پھیر کر پیچھے کر رہا تھا۔

"تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔" کافی کا گرم مگ اٹھا کر اس نے لبوں سے لگایا تھا۔چہرہ کچھ سنجیدہ تھا۔

"ہم دونوں ہی انیتس کے ہو گئے ہیں۔ تمہیں نہیں لگتا اب ہمیں شادی نہیں کر لینی چاہیے؟" نجانے کیوں اسکے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ وہ قہقہہ لگا کر بول بیٹھا تھا۔ ساویز کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"میں فالحال شادی نہیں کرنا چاہتا۔ہاں مگر تمہیں کر لینی چاہیے۔"

"جس کھائی میں خود نہیں کود رہے اس میں دوست کو پھینک رہے ہو؟" میر نے ایک

آئبرو اچکائی۔

"تم کیوں نہیں؟ مجھے لگتا ہے تمہیں شادی کر لینی چاہیے میر۔۔"

"مجھے ایسا کہنے کو تمہیں اماں نے کہا ہے نا؟" بات پکڑ لینے والی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے وہ بھنویں اچکائے بولا تھا۔ ساویز نے نگاہیں پھیریں۔

"جو بھی ہو! تمہیں انکی بات مان لینی چاہیے۔" میر ویس نے کھانے سے ہاتھ کھینچے۔

"انکی بات ہی مان کر اس لڑکی سے منگنی کی تھی۔ پھر؟ پھر کیا ہوا؟ منگنی کی انگوٹھی منہ پر مار کر چلی گئی اور اب چاہتے ہو میں دوبارہ انکی بات مانوں؟؟" وہ غصہ نہیں تھا۔ بس ایک بات اپنی ماں کو سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا کہ وہ فالحال شادی نہیں کرنا چاہتا۔ غصہ کرنا اسکے مزاج میں شامل نہیں تھا۔ کوئی بھی پریشانی ہو یا کسی سے چھوٹا موٹا بدلہ لینا ہو۔۔ ہر کام وہ ہنستے مسکراتے شاطر انداز میں کیا کرتا تھا۔

"مگر یوں منگنی توڑنے کی کیا وجہ تھی میر؟ کتنی خوش تھی وہ تم سے منگنی پر۔۔۔"

"شاید میں اسے پسند نہیں آیا۔" وہ دوبارہ کھانے کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

"میں نہیں مانتا کہ اسے 'تم' پسند نہیں آئے؟" نگاہوں نے میر کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ بھلا اس میں کیا کمی تھی کہ کوئی بھی اس سے شادی سے انکار کرتا۔

"میں جانتا ہوں یشفہ تم سے منگنی کے لیے کتنا خوش تھی کیونکہ وہ تمہیں پسند کرتی تھی۔ کیا تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟ اس وجہ کے پیچھے وہ لڑکی تو نہیں جسے تم کچھ سالوں پہلے پسند کرتے تھے؟" نجانے وہ لڑکی ساویز کے خیالوں اچانک کیسے آ گئی تھی۔

ایک بازو کرسی کی پشت پر ٹکا کر دوسرا میز پر رکھا ہوا تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں سپاٹ اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔ میر ویس کافی کا مگ لبوں سے دور کرتے ہوئے ذرا دیر کو ٹھہر سا گیا۔ جیسے زبان لفظوں کا چناؤنہ کر پا رہی ہو۔

"بھلا ہم دونوں ایک دوسرے سے کوئی بات چھپا سکتے ہیں؟ کچھ راز نہیں ہمارے درمیان۔۔" خود کو نارمل رکھتا ہوا وہ دوبارہ کافی پینے لگا۔ ساویز نے اسے آہستہ آہستہ اوپر سے نیچے تک دیکھا۔۔ مگر دونوں کے دلوں میں ایک ایک راز ایسا بھی تھا جس سے دونوں ہی لاعلم تھا۔ ساویز نے لب بھینچ لیے۔

"اور وہ لڑکی؟ وہ باتیں چار پانچ سال پرانی ہو چکی ہیں ساویز! میں اسے صرف پسند کرتا تھا مگر اب ایسا کچھ نہیں۔۔ اس معاملے میں اس کا ذکر کچھ عجیب ہے۔"

"ٹھیک ہے مان لیتا ہوں مگر اب؟ آنٹی چاہتی ہیں کہ تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے۔"

"میں اب شادی کروں گا تو اپنی پسند سے کروں گا۔ یہ زندگی 'مجھے' جینی ہے۔۔ کسی بھی انجان لڑکی سے شادی کر کے اگر میں اسکے ساتھ سیٹ نہیں ہو پایا تو؟ تم سمجھ رہے ہو نا؟"

"تمہیں کوئی پسند ہے؟" وہ جانتا تھا اگر اسے کوئی پسند ہوتی تو ساویز کو اس کا علم ہوتا مگر پھر بھی وہ پوچھ بیٹھا۔

"نہیں۔۔" سادگی سے کہا گیا۔ "بہر حال ان باتوں کو چھوڑو۔ کیا وہ پھر سے تمہارا پیچھا کر رہا تھا؟" میر کو اپنے موضوع میں دلچسپی نظر نہ آئی تو موضوع تبدیل کر گیا۔

"وہ نہیں۔۔اس کے آدمی۔۔۔۔!" اس نے سانس بھر کر کہا۔

"اس شخص نے ہمارا سکون برباد کر رکھا ہے اور تم چاہتے ہو میں شادی کر لوں؟"

"ہمارا نہیں میر!! میرا۔۔ صرف میرا سکون برباد کر دیا ہے اس نے۔۔ تم اس معاملے میں خود کا شامل کر کے اپنی زندگی جہنم مت بناؤ۔ کیوں اسے اپنا دشمن بنانے پر تلے ہوئے ہو۔" وہ آج بلآخر بول اٹھا تھا۔ میر کچھ کہہ نہ سکا۔ بس نگاہ اس پر ٹکالی جیسے اسے ساویز سے یہ امید نہ ہو۔

"تمہارا مسئلہ میرا مسئلہ ہے ساویز!" گھمبیر آواز کچھ مزید بھاری ہوئی۔ وہ سپاٹ لہجے

میں بولا۔

"میر امسئلہ میرا ہے۔ میں نہیں چاہتا تم میرے معاملے میں پڑ کر اپنی زندگی برباد کرو۔ اچھا خاصا اپنا سکون تباہ کر رہے ہو۔ وہ اب بھی تمہیں اپنا دوست کہتا ہے۔" ماتھے پر ہلکے ہلکے بل نمودار تھے۔

میر نے ایک آخری نگاہ اس پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کرسی کی پشت پر لٹکی جیکٹ اٹھائی اور بنا کچھ کہے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ ساویز نے لب سختی سے بھینچے۔ میز پر زور سے ہاتھ مار کر چہرے کا رخ اس کی جانب کیا۔

"میر واپس آؤ!" سخت آواز اس بار کچھ بلند تھی۔ میر وہیں رکا نہیں تھا۔ اسکے آستین کہنیوں تک چڑھے ہوئے تھے۔

"واپس آؤ میر!" اس سے رہا نہ گیا تو وہ اپنی آواز پر قابو نہ رکھ پایا۔ ارد گرد بیٹھے لوگوں نے اسکی آواز کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ میر بھی ٹھہر گیا۔ مڑ کر ایک نظر ارد گرد لوگوں پر ماری جو ساویز کو دیکھنے کے بعد اب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ سانس ہوا میں تحلیل کرتا واپس چلا آیا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یوں جگہ چھوڑ کر نہیں اٹھتے!" آنکھوں میں کچھ غصہ تھا۔ میر جیکٹ لٹکا کر پھر سے بیٹھ گیا۔

"جگہ بھی نہ چھوڑوں اور تمہاری بکواس بھی سنوں؟" نگاہیں پھیر منہ دوسری طرف کر لیا گیا تھا۔ وہ اس وقت کسی ناراض بیوی کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ ساویز کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں بس یہ کہہ رہا تھا کہ۔۔۔" وہ کچھ دیر کو ٹھہرا۔ "کہ خود کو میرے لیے مشکل میں مت ڈالو۔" ہاں وہ اسکا دوست تھا۔ کیسے چاہ سکتا تھا کہ میرا اسکی وجہ سے پریشان رہے۔

"تمہیں مجھے مشورہ دینے کی ضرورت نہیں۔" کافی کا ٹھنڈہ مگ اٹھا کر حلق میں کافی اتاری اور دور رکھ دیا۔

"تم ایسے کیوں ہو یار!" وہ اسے سمجھا سمجھا کر جب تھک گیا تو ہار مان لی۔

"میں دوست ہوں۔" اسکے الفاظ عام تھے مگر بات گہری تھی۔ ساویز نے کچھ کہنا چاہا مگر کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر خاموش رہنا بہتر لگا۔ ہاں وہ دوست تھا اس کا۔۔ اور دوست تنہا نہیں چھوڑا کرتے۔۔۔

❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦

"ہیلو؟؟" فون کے دوسری طرف سے لڑکی کی آواز ابھری۔

"تم کیسی ہو؟" عجیب سی آواز میں پوچھا گیا۔۔

"میں ٹھیک ہوں مگر تم؟ تم ٹھیک ہو غنایہ؟" دوسری طرف موجود اس لڑکی نے صاف بہن کے لہجے میں عجیب سا احساس پایا تھا۔ غنایہ نے کچھ بولنا چاہا کہ سامنے عفت نے اسے آج کے بارے میں کچھ نہ کہنے کی تاکید کی۔۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔" آنکھیں آنسو پینے لگیں۔

"نہیں مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کیا گھر میں کچھ ہوا ہے؟" غنایہ بہن تھی۔۔اس کا پریشان ہونا جائز تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ پہلا والا جملہ دہرا گئی۔

"حد ہے غنایہ۔ جب سے میں نے گھر چھوڑا ہے تم اماں ابا نے گھر کے معاملات سے ہی باہر کر دیا ہے۔ میں جانتی ہوں تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے۔ کون ہے وہ؟ نام بتاؤ!" وہ تو جیسے طیش میں آ گئی تھی۔ غنایہ نے گہری سانس بھری۔

"تم مجھ سے ملنے کب آؤ گی؟" اس کے سوالات کو وہ یکثر خاموش کر چکی تھی۔

"آج کا روز بیت گیا ہے۔ ان شاءاللہ اب اگلے اتوار ضرور ملنے آؤں گی۔"

"تم نے پچھلے اتوار بھی یہی کہا تھا عاشی! اور میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا۔ یہ تیسرا اتوار ہے اور تم مجھ سے ملنے ہی نہیں آئی۔" اس کا دل چاہا کہتے کہتے رو پڑے۔

"میرا باس چھٹیوں پر ہے اور آج کل مینجر کا زور ہم پر پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ دن رات چیختا رہتا ہے اور ہمیں چار و ناچار اسکا کہا ماننا پڑتا ہے۔ یہ چھ دن اتنا تھکا دیتے ہیں کہ اتوار پوری نیند میں گزر جاتا ہے مگر میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ میں آؤں گی غنایہ۔۔ میرا وعدہ ہے۔" مغرب کا اندھیرہ پھیل رہا تھا۔ اسے عاشی کی آواز میں صاف تھکاوٹ محسوس ہوئی۔

"میں انتظار کروں گی۔" اسے کافی حد تک اطمینان حاصل ہوا تھا۔۔ بس یہ امید۔۔ یہی تو چاہیے تھی اسے! اس امید پر وہ اتنا وقت گزار آئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسکی آنکھ الارم بجنے پر کھلی تھی۔ اٹھ کر وقت دیکھتا ہوا کھڑکی کی جانب بڑھا۔ پردے کھڑکیوں سے ہٹا کر اس نے کمرہ روشن کیا۔ گھڑی گیارہ بجا رہی تھی۔ شاور لے کر باہر آتے ہوئے تولیہ سر پر رگڑا گیا۔ پندرہ منٹ میں ہی وہ تیار کھڑا تھا۔ سیاہ کوٹ کے بٹن لگانا اسے بہتر نہ لگا تو کھلا چھوڑ کر ہی اپنے موبائل پر آئی کال کی جانب متوجہ ہو گیا۔۔

"ہیلو؟ تمہاری کافی مس کالز آئی ہوئی تھیں۔ خیریت ہے؟" میز سے پرفیوم خود پر چھڑکتے ہوئے وہ چابی اٹھا کر نیچے بڑھنے لگا۔

"تم آج بھی جلدی نہیں اٹھے؟" میر نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں اپنی کمپنی کا باس ہوں میر۔۔مجھے اتنی جلدی اٹھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔" اسے ایک بار پھر یاد دلاتے ہوئے وہ گیراج میں پہنچا۔

"میں سات بجے کا جاگا ہوا ہوں۔۔اور اب آفس میں اپنا سر کھپا رہا ہوں۔" لہجے میں بیزاریت تھی۔

"مینجر میر ویس وہاب منصور! اسی لیے کہا تھا کہ کوئی بزنس اسٹارٹ کر لو۔۔کم از کم کسی کے آفس میں مینجر کے عہدے پر فائز ہو کر تم اپنا سر نہیں کھپاتے!" وہ اپنی سفید گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ چکا تھا۔

"یہ بزنس تیرے باپ کا سیٹل کیا ہوا ہے جو ابھی سنگاپور میں ہیں۔مجھے خود کمانا ہے۔" دانت پیس کر یاد دہانی کروائی گئی۔ساویز مسکرا دیا۔

"اچھا وقت بھی آئے گا تم فکر مت کرو! میں کال رکھتا ہوں۔مجھے آفس پہنچنا ہے۔" بات کو ختم کرتے ہوئے وہ موبائل بونٹ پر رکھ کر گاڑی سڑک پر لے آیا۔موسم گرم نہیں تھا مگر ہلکی ہلکی دھوپ مزہ دے رہی تھی۔سڑک کو روندتا ہوا وہ گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا۔آج معمول سے ہٹ کر کچھ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔کچھ دور جا کر اس نے سگنل پر گاڑی روکی۔گزرے دن کے مقابلے میں آج زیادہ گرمی تھی۔موبائل پر بیپ ہوئی تو وہ لاک اسکرین سے ہی میر کا آیا میسج پڑھنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ آج پھر آئیں گے۔" اسکا یہ میسج ساویز کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ نجانے وہ ایسی باتیں سوچتا ہی کیوں تھا۔ سگنل کھلا تو گاڑی آگے بڑھا کر چورنگی سے موڑنے لگا۔ سفید گاڑی کے کالے شیشے بند تھے۔ وہ اپنے ہی دھن میں گاڑی چلا رہا تھا جب ایک گاڑی نے اسے پوری قوت سے ہٹ کیا۔ اسکا سر اسٹیئرنگ پر لگتے بچا تھا۔ وہ سیکنڈز کی بات لمحوں میں سمجھتے ہوئے گاڑی کی رفتار تیز کرتا ہوا تقریباً بھگانے لگا۔ نگاہ وقتاً فوقتاً بیک مرر کی جانب اٹھ رہی تھی۔ پیچھے آتی سیاہ گاڑی اسکی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکی۔

"میر اور اسکی کالی زبان!!!" دانت پیس کر خود سے کہتا ہوا پیچھے دیکھنے لگا۔ حسبِ توقع گاڑی میں دو آدمی تھے۔ لبوں پر دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔ ساویز نے ہمت نہ ہارتے ہوئے انہیں دوبارہ ہٹ کرنے کا موقع نہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد بیک مرر سے پیچھے دیکھا تو وہ کہیں نہیں تھے۔ ایسا پہلی بار نہیں تھا۔۔ اس شخص کے آدمی ہمیشہ کوئی نہ کوئی موقع ڈھونڈا کرتے تھے۔ آفس کے آگے گاڑی روک کر وہ باہر نکلا۔ ماتھے پر گہرے بل نمایاں ہونے لگے۔ باس کو اتر تا دیکھ کر گارڈ اس کی جانب بڑھا تھا۔

"گاڑی کو شوروم بھیجو۔۔" اسکے ہاتھ چابی پکڑا کر وہ گاڑی جائزہ لینے رکا جس کی حالت پیچھے کی جانب سے بہت خراب تھی۔ گارڈ نے اسکے حکم پر اثبات میں سر ہلایا جبکہ وہ

بے چارگی سے نفی میں سر ہلاتا اندر بڑھ گیا تھا۔

"سمیسٹر بریک میں تھیسز کے لیے بلانا ٹھیک ہے کیا؟ اتنی گرمی ہے۔" وہ دونوں سڑک کنارے چلتے ہوئے گھر کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

"ایک مہینہ آرام کا اور اس میں بھی آرام نہیں! بہر حال میں آج بہت خوش ہوں۔ کم از کم چھٹی کرنے کا موقع تو ہاتھ آیا ہے۔" غنایہ کی بات کا جواب دیتے ہوئے وہ کچھ مسکرائی تھی۔

"ہاں تمہاری بہن کی شادی۔۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔" اب مجھے یہ پورا ہفتہ سر کھپانا ہو گا۔ اگر تم نہ آئی تو میں بھی نہیں آؤں گی باسمہ!" وہ دونوں باسمہ کی بس کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ وہ اسٹاپ تھا جس کے بعد دونوں کی راہیں جدا ہو جاتی تھیں۔

"تو تم بھی اپنی بہن کی شادی کروادو!" وہ مذاق کرتے ہوئے زور سے ہنسی۔ غنایہ نے اسے دیکھا۔

"میرے لیے وہ کبھی یوں شادی نہیں کرے گی! بلکہ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ شادی کرے گی کہ نہیں۔۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں۔"

"تم نے بتایا تھا کہ وہ تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہتی۔اسکے یوں گھر چھوڑنے کی وجہ؟" اسے یہ بات ہمیشہ عجیب لگتی تھی اس لیے پوچھ بیٹھی۔

"وہ بہت کانفیڈنٹ ہے باسمہ! ہر معاملے میں آگے رہنے والی لڑکی ہے۔اسکا کہنا ہے کہ امی اور ابا نے ہمیشہ ڈر ڈر کر زندگی گزاری ہے اور وہ ایسے نہیں گزار سکتی۔مجھے نہیں پتا کہ وہ کانفیڈنٹ ہے یا بے وقوف۔۔۔مگر وہ بہت ہمت والی ہے۔" اسکا لہجہ عجیب تھا نجانے وہ اپنی بہن کو ٹھیک کہے یا غلط۔۔

"وہ کانفیڈنٹ ہے غنایہ۔۔۔مگر تم بے وقوف ہو۔زندگی یوں ڈر اور خوف سے نہیں گزاری جاتی۔اپنے لیے لڑا جاتا ہے اور پھر لوگ تو ہر قسم کے ہوتے ہیں۔تو کیا اس ڈر سے گھر سے باہر نہیں نکلا جائے؟ ہر طرح کے لوگوں کو ڈیل کرنا آنا چاہیے۔" وہ اسے بار بار سمجھاتی تھی۔

"امی ابا کہتے ہیں کہ ایسے بات اور بڑھتی ہے۔۔جیسے اگر عاشی کو باصم کی حرکتوں کا اندازہ ہو گیا تو وہ ایک تماشہ کھڑا کر دے گی۔تائی اماں کے گھر جا کر چیخے گی اور ایسے

معاملہ اور خراب ہو جائے گا باسمہ۔۔بات لڑائی تک پہنچ جائے گی اور مجھے لڑائی جھگڑوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"تو کیا تمہیں خاموش رہ کر یہ سب سہنا اچھا لگتا ہے؟ لیکن اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں۔۔"وہ جانتی تھی کہ غلطی اسکی نہیں بلکہ ابرار اور عفت کی ہے جو اپنی بیٹی کو مضبوط بنانے کے بجائے اسے اپنی طرح خاموش رہنا اور سماج سے ڈرنا سکھا گئے تھے۔

"عاشی بہت بہادر ہے۔۔مگر اتنا بہادر ہونا ٹھیک تو نہیں ہوتا نا؟ نجانے وہ ہمارے گھر میں سب سے مختلف کیسے نکلی۔شروع سے ہی جو ٹھیک لگتا تھا ویسا ہی کرتی تھی۔وہ کہتی تھی کہ اگر وہ ساتھ ہمارے گھر میں رہی تو پاگل ہو جائے گی۔ابا اور وہ ایک دوسرے سے اب بھی کچھ کچھ ناراض رہتے ہیں۔۔وہ چاہتی ہے میں اسکی طرح بن جاؤں مگر میرے مطابق وہ سب صحیح نہیں۔۔"اس نے دور سڑک پر دیکھا جہاں سے بس آ رہی تھی۔

باسمہ نے ہمت ہارتے ہوئے سانس ہوا میں چھوڑی۔اسے سمجھانا واقعی ناممکن تھا۔

"یہی وجہ ہے نا کہ تم اتنا ڈرتی ہو؟ باصم کا نام سن کر بھی ہونٹ تھر تھرانے لگتے ہیں؟ ظالموں سے لڑا جاتا ہے غنایہ۔۔۔ان سے دور نہیں بھاگا جاتا۔جب میں یونیورسٹی نہیں آتی تم بھی چھٹی کر لیتی ہو کیونکہ تم یونیورسٹی سے گھر اکیلے میں جانے میں ڈرتی ہو! کیا

فائدہ اس زندگی کا جب آپ اپنے لیے ہی نہ لڑ سکیں۔ زندگی ڈر ڈر کر جینے کا نام نہیں۔۔ میں چلتی ہوں۔ جلد ملاقات ہو گی۔" آخری جملہ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ غنایہ اسکے الفاظوں پر ہی ٹھہر گئی تھی۔ نجانے کون ٹھیک تھا۔ اسکے امی ابا یا عاشی!

آدھا راستہ اب اسے خود طے کرنا تھا۔ وہ پیدل چلتے ہوئے اندر گلیوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ چہرہ سر پر پہنے ڈوپٹے سے ہلکا سا ڈھانپ لیا تھا تا کہ وہ اسے کہیں نظر آئے تو پہچان نہ سکے۔ گھر کے نزدیک ہوتی وہ چھوٹی گلیوں میں داخل ہو گئی تھی جب اسکی بائیک ساتھ آ کر رکی۔ گلے میں سلور چین اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگھوٹی۔ غنایہ کی سانسیں رکنے لگیں۔

"آؤ میں چھوڑ دوں!" مسکرا کر سر تا پیر دیکھتے ہوئے مشورہ دیا گیا۔ وہ گھبرا کر تیز چلنے چلنے لگی۔

"ٹھہرو! گھر پاس میں ہی ہے۔ میں تمہیں گھر چھوڑ سکتا ہوں۔" وہ بائیک چلاتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔

"میں خود چلی جاؤں گی۔" لفظوں نے کئی بار زبان کا ساتھ چھوڑا تھا۔

"ڈرتی کیوں ہو غنایہ!" وہ زور سے ہنسا۔ "جلد ہماری شادی ہو جائے گی اور پھر سفر تو

میرے ساتھ ہی کرو گی۔ چلو اب جلدی سے بیٹھ جاؤ۔" اسکی دل جلانے والی مسکراہٹ پر غنایہ کو بے جا رونا آیا۔

"شادی؟ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔" اس نے چہرے کو مضبوطی سے ڈھانپا ہوا تھا۔ پلکیں لرز اٹھیں۔

"چند دن بعد اماں پھر آئیں گی۔ اگر پھر بھی انکار کیا تو پھر تم مجھے جانتی ہو۔" اسکی خبیث مسکراہٹ کی جگہ اب غصے نے لے لی تھی۔ وہ آگے کی جانب بڑھ رہی تھی اور باصم اپنی بائیک آہستہ آہستہ اسکے ساتھ لے کر جا رہا تھا۔ "انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ یکدم ہی باسمہ کی باتوں کو سوچنے لگی۔ نجانے دل میں کیا آیا کہ پھنستی آواز میں بول پڑی۔

"ابا کبھی میری شادی تم سے نہیں کروائیں گے۔" رنگت فق ہو رہی تھی۔

"چچا صاحب کو کروانی ہی پڑے گی۔ اگر وہ نہ مانے تو بھرے بازار کے سامنے کھینچتا ہوا لے جاؤں گا۔ اس پورے علاقے میں میری ہی مانی جاتی ہے۔ صرف ایک پستول!" وہ قہقہہ لگانے لگا۔ غنایہ کا دل گویا حلق میں آ گیا۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے گھر پہنچی تھی اور اب زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔ باصم جا چکا تھا مگر اسکا دل اب بھی زور سے

دھڑک رہا تھا۔ عفت نے دروازہ کھول کر بیٹی کی حالت دیکھی۔ رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ چہرے پر خوف کی دہشت قائم تھی۔

"کیا ہوا؟" بغیر جانے ہی وہ سب سمجھ چکی تھیں۔ غنایہ نے اندر داخل ہو کر کنارے پر اپنا بیگ رکھا اور روتی چلی گئی۔ کمرے سے باہر آتے ابرار اسے دیکھ کر ٹھٹکے۔

"کیا وہ پھر آیا تھا؟" عفت کی آواز اسکے کانوں میں پڑی۔ بنا کچھ کہے وہ صرف اثبات میں سر ہلا کر اندر چلی گئی۔ ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ عفت نے پلٹ کر شوہر کو دیکھا جو ساکت کھڑے تھے۔

"بھائی جان کو سمجھاتے کیوں نہیں؟ انکا بیٹا ہماری بیٹی کا پیچھا کرتا ہے، ڈراتا ہے، دھمکاتا ہے۔۔" اندر سے وہ خود سہمی ہوئی تھیں۔

"انہیں علم ہے ان باتوں کا عفت۔۔ انکا بیٹا انکی شہہ پر ہی سب کچھ کرتا ہے۔" سنجیدہ خاموش لہجہ۔۔ وہ تخت پر بیٹھ کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

"پستول لے کر گھومتا ہے۔ کل کلاں کو خدانخواستہ کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو ہم مر جائیں گے ابرار۔۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیے! بس بیٹی اور اسکی عزت ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔" انکا دل گھبرانے لگا تو وہ انکے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

"اس سے کہیے یہ بات اپنی بہن کو نہ بتائے۔۔وہ سب معاملہ خراب کر دے گی۔میں اس بارے میں کچھ سوچ رہا ہوں۔"دونوں ہتھیلیاں تخت پر ٹکی تھیں اور سر جھکائے کسی سوچ میں مصروف تھے۔

پھر وہی ایک خیال۔۔وہی ایک سوچ اور وہی ایک سوال! قصوروار کون؟

"گاڑی بری طرح ہٹ ہوئی تھی۔"وہ خوش تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ بات اسکے باس کے لبوں پر مسکراہٹ لے آئے گی۔

"پھر؟"لبوں پر امید کے مطابق مسکراہٹ پھیلی۔چہرے کے دائیں طرف رخسار پر ڈمپل گہرا ہوا۔

"وہ بہت ہوشیار ہے۔ٹھہرنے کے بجائے گاڑی کی رفتار تیز کر لی۔"

"وہ جانتا ہے کہ باہر اسے جان کا خطرہ ہے مگر اس نے اتنی دولت ہونے کے باوجود بھی سیکیورٹی نہیں رکھی۔"

"میں جانتا ہوں اسے مارنا آپکے لیے آسان نہیں باس! وہ آپکا دوست۔۔۔"فراز نے جملہ مکمل کرنا چاہا جب اس نے بات کاٹی۔

"دوست ؟ماضی کی باتیں دہرایا نہیں کرتے۔مجھے اس سے شدید نفرت ہے مگر۔۔۔۔ مگر ہاں۔۔۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔میرے لیے اسے مارنا آسان نہیں۔۔"کرسی کی پشت پر اس نے سر ٹکایا۔آنکھیں چھت کو گھورنے لگیں۔اسے وہ ماضی کے قہقہے یاد آنے لگے۔۔ گونجتے قہقہے اور ہنستے چہرے۔۔وہ تین کرسیاں اور تین لوگ۔۔ہاتھ پر ہاتھ مار کر بات کو مزید بڑھاتے ہوئے۔ جھماکہ ہوا اور اگلے پل سب غائب۔۔ چھ مہینوں میں کتنے یار بچھڑ گئے تھے۔۔اس نے اپنی پر کشش ہری آنکھوں کا مرکز دیوار کو بنالیا۔وہ تصویر جو دور دیوار پر لٹکی تھی۔۔

"کسی انسان کا ماضی اس قدر خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔"گھمبیر آواز میں فراز سے کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کبھی یار بھی دھوکا دے جاتے ہیں۔۔ مگر یہ دل مطمئن نہیں ہوتا یا یہ ماننا نہیں چاہتا یا پھر۔۔ میرا اعتبار بہت گہرا تھا کسی پر۔۔"گلاس وال سے عمارت کے باہر جھانکتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں رکھ چکا تھا۔اونچا،چوڑا اور خوبصورت پر کشش مرد۔۔اس نے مڑ کر فراز کو دیکھا۔

"ساویز خانزادہ نہیں مانے گا تو وجاہت سلطان بھی ہمت نہیں ہارے گا۔اسے ماننا پڑے گا اس رات وہ قتل اسکے ہاتھوں ہی ہوا تھا۔"ماتھے پر گہرے سنجیدگی کے بل تھے۔

ہری آنکھیں ادھ کھلی سپاٹ تھیں۔

"میرے حصے کا آخری شخص بھی چھین لیا گیا۔"

"ان چھ ماہ میں کوئی اسکے خلاف گواہی دینے کو تیار نہیں ہوا باس۔" اس نے وجاہت کو یاد دلانا چاہا۔

"وہ ایک ہوشیار اور شاطر مرد ہے۔ شرافت کی جھوٹی وردی ساتھ رکھتا ہے۔ جو شخص چھ ماہ میں ہمارے جال میں نہ پھنس سکا اسکا اندازہ تم لگا سکتے ہو مگر وجاہت ابھی کمزور نہیں۔۔ اسکا سکون برباد کرنے کے لیے میرا ہونا کافی ہے۔"

"میر ویس راہ میں رکاوٹ ہے!"

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میری دشمنی میر ویس سے نہیں۔ میں اسے سمجھاؤں گا کہ اس جنگ میں خود کو دور رکھے۔" ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے وہ لیپ ٹاپ کھول کر دوبارہ آفس ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

"اب تم جاؤ۔" اسے بے چینی محسوس ہونے لگی۔۔ اس کھلے کمرے میں بھی گھٹن کا احساس ہونے لگا تو وہ دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا تا کہ گھر جا سکے۔

اس نے موبائل کھول ساویز کا آیا غصے میں وائس میسج سنا تو قہقہہ چھوٹ گیا۔وہ جو کام کی وجہ سے بری طرح تھکاوٹ کا شکار تھا ساویز کے میسج نے لبوں پر مسکراہٹ پھیلا دی۔ خاموش ماحول میں ہنسنے کی آواز گونجی تو سب ورکرز نے مڑ کو اسے دیکھا۔

"مسٹر میرویس چوہدری۔امید ہے آپ ڈسپلن کا خیال رکھیں گے۔" باس کی آواز پر اس کے چھکے چھوٹے تھے۔

"سس۔۔سوری باس!" نادم لہجے میں کہتا وہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔آج کا دن بھی بے حد تھکا دینے والا تھا۔اپنے کام کے ساتھ ساتھ ورکرز کے کام کو بھی دیکھنا بے حد مشکل تھا۔گھر لوٹتے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔بستر پر کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔تولیہ،لیپ ٹاپ،اور پرفیومز سے گھرا بستر دیکھ کر وہ گہری سانس ہوا میں تحلیل کرتا رہ گیا۔آنکھیں تھکاوٹ سے سرخ ہو رہی تھیں۔بھوک سے پیٹ آوازیں کر رہا تھا مگر فریج تک جانے کے لیے جو ہمت چاہیے تھی وہ اب نہیں رہی تھی۔اپنے کوٹ کی ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا۔بال بکھر کر آنکھوں تک آ گئے تھے۔جوتے کھڑے رہ کر ہی اتار لیے گئے۔۔نیند تو جیسے آنکھوں پر سوار تھی۔آخری بار اس نے صبح ہی ناشتہ کیا تھا۔پھر چائے سے کام چلاتے چلاتے پورا دن گزر گیا۔ایسا تو جانے کتنے سالوں سے ہو رہا تھا۔۔اسکی روٹین اسکی مرضی کے بالکل خلاف تھی۔بنا

کچھ کھائے پیے وہ دھپ سے بستر پر اوندھا گرا۔ بال مزید چہرے پر آ گئے۔ نیند بھوک پر حاوی ہونے لگی تو اس نے آنکھیں موند لیں۔ عجیب تھا۔۔یہ اس قدر بکھرا بستر بھی میر کو اس وقت کسی خوبصورت آرام گاہ سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ کمرہ حبس زدہ تھا مگر اس نے ائیر کنڈیشنر کھولنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ کھڑکیاں بند تھیں بس ایک پنکھا تھا جو سر کے اوپر چھت پر گھوم رہا تھا۔ آنکھیں بند کرنی ہی تھیں کہ نیند حاوی ہو گئی۔ شاید اماں ٹھیک کہتی تھیں کہ وہ لاپرواہ ہے۔۔یا شاید ان سب کے پیچھے اسکی بے حد خراب اور تھکا دینے والی روٹین کا ہاتھ تھا۔ اسے یاد نہیں وہ کب کا وقت تھا جب اسکا موبائل بجنے لگا۔ نیند اتنی گہری تھی کہ کالر کی تیسری بار کال کرنے پر اٹھا تھا۔ اس نے کال کرنے والے کا نام پڑھا۔ موبائل پر اماں کا نام جگمگا رہا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ کال کرنے والی روما ہے۔ حیرت کی بات یہ کہ تین بجے اسکی کال آنے پر وہ ذرا بھی پریشان نہیں ہوا۔ کیونکہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ کوئی ایمرجنسی نہیں۔۔

"ہیلو؟" آنکھیں پوری کھل چکی تھیں۔ گویا نیند کا کبھی قیام ہی نہ ہو۔

"کیسے ہو میرو؟" ہشاش بشاش لہجہ۔۔وہ بہت لگن سے پوچھ رہی تھی۔

میر نے آنکھیں موند کر بے بسی سے گہری سانس بھری۔

"یہ تم مجھ سے رات کے تین بجے پوچھ رہی ہو؟ دن کا ہارا رات کو لوٹا تو بھی بے چین۔۔"

"تم بالکل اچھے نہیں میرو!" اسکے لہجے سے لگتا کہ وہ جلد فون نہیں چھوڑنے والی۔

"یہ میں روز سنتا ہوں۔ کوئی نئی بات بتاؤ؟ کیا بات کرنی ہے؟" وہ روما تھی۔۔ جس سے پیچھا چھڑانا جنگ ہارنے کے مترادف تھا۔۔ لیکن وہ اسکی بیٹی جیسی عزیز بہن بھی تھی جسے وہ چاہ کر بھی کال رکھنے کا نہیں کہہ سکتا تھا۔

"مجھے کل اسکول سے لینے آؤ گے نا؟" ایک ناز سے پوچھا گیا۔ میر نے چونک کر سامنے دیکھا۔

"کیوں؟"

"میری دوستیں تمھیں دیکھنا چاہتی ہیں میرو! میں نے سب کو بتایا تھا کہ میرا بھائی مینجر ہے۔"

"اپنی خواہشوں کا بار اپنی دوستوں پر مت ڈالو۔ میں جانتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں۔ تمہاری دوستوں نے پہلے بھی کئی بار مجھے دیکھا ہوا ہے۔" میر کے ماتھے پر بل پڑے۔

"مجھے لینے آؤ گے نا؟" اس کی بات کو رد کرتی وہ اپنی کہنے لگی۔

"روما فون رکھ کر سو جاؤ! میں بار بار تمہاری خواہشات کے لیے آفس سے تھوڑی تھوڑی دیر کی چھٹی نہیں لے سکتا۔اب تو محسوس ہوتا ہے کہ جلد تمہاری وجہ سے مجھے مینجر کے عہدے کو کھونا پڑ جائے گا۔"ایک رعب جماتا ہوا وہ کال کاٹ گیا۔۔ مگر بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی البتہ اسکی نیند مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔وہ اوندھا لیٹا پوری آنکھیں کھول کر سامنے دیکھ رہا تھا۔بچپن سے ہی اسے تاخیر سے اٹھنے کی عادت تھی۔۔ لیکن جب سے اس نے اپنے باپ کو کھویا تھا اپنی بہت سی عادتیں بھی کھو بیٹھا تھا۔گہری نیند لے کر وہ اب بھی کافی تاخیر سے اٹھتا تھا مگر کسی کے ایک بار اٹھانے پر اس کی نیند پھر مکمل طور ختم ہو جایا کرتی تھی جیسے ابھی ہو گئی تھی۔۔اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ کبھی سویا ہی نہ ہو۔۔یا نیند سے اسکا کوئی واسطہ ہی نہ رہا ہو۔اس حوالے سے باپ کی موت کے بعد اور بھی بہت کچھ بدلا تھا۔تھکاوٹ سے جسم درد کر رہا تھا مگر نیند سرے سے ہی اڑ چکی تھی۔روما کی ایک کال اسے صبح تک لیے جگا گئی تھی۔وہ لیٹ کر ہی روما کے بارے میں سوچنے لگا۔دل میں دکھ ہونے لگا کہ اسے یوں کال نہیں کاٹنی چاہیے تھی۔۔موبائل اٹھا کر دوبارہ کال ملائی گئی جسے روما نے پہلی بیل پر اٹھا لیا تھا۔۔گویا وہ فون سے چپکی بیٹھی ہو۔

"میں آؤں گا تمہیں لینے۔۔"وہیں بہن کے ساتھ مخصوص نرم لہجہ۔۔

"تم میری آئندہ کال تو نہیں کاٹو گے نامیرو؟" اسے شاید تکلیف پہنچی تھی۔۔ آواز میں عجیب سا احساس تھا کہ میرو کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"نہیں روما۔۔اب کبھی تمہاری کال نہیں کاٹوں گا۔" نیند سے اٹھنے کے باعث بھاری آواز مزید بھاری ہو گئی تھی۔

"ویسے مجھے برا تو نہیں لگتا ان چھوٹی باتوں کا مگر تم تو میرو ہو نا۔۔ تم ایسا کرو گے تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

میر حیران ہوا تھا۔ہاں وہ جانتا تھا کہ روما اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے مگر اس قدر اس کے لیے حساس ہونا میر کو حیران کر گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔میں احتیاط کروں گا۔رات کے تین بجے تمہارا یوں جاگنا اچھا نہیں۔ اگر نیند پوری نہیں ہوئی تو اسکول میں دھیان نہیں دے پاؤ گی۔" وہ جو اسے اتنی نصیحتیں کر رہا تھا، خود اسکی نیند الوداع کہہ چکی تھی۔۔ہاں وہ اب کل آفس میں کام پر صحیح سے دھیان نہیں دے پائے گا اسے علم تھا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گی۔اللہ حافظ۔" کال رکھ دی گئی۔میرو وہیں موبائل رکھ کر ویسے ہی لیٹا رہا کہ شاید نیند اسکی طرف پھر سے دورا کر لے۔۔دس منٹ انتظار کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔وہی بکھرا کمرا۔۔اس نے موزے اتار کر کنارے پر رکھے اور

پاؤں زمین پر رکھتا سنگھار میز تک چلتا ہوا آیا۔ ڈھیلی کالی ٹائی اب بھی اسکے گریبان میں لہرا رہی تھی۔ تھکن اتنی کے جسم کا ایک ایک حصہ دکھ رہا تھا۔ دونوں ہاتھ میز پر ٹکائے وہ کچھ جھک کر آئینے میں جھانکنے لگا۔ جیسے کوئی اسکی آنکھوں میں جھانک رہا ہو۔ ماحول میں خاموشی کا عالم تھا۔ سرخ ادھ کھلی آنکھیں جن میں نیند کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ دل میں بہت سی باتیں چھپی تھیں جس کا اظہار وہ کبھی خود سے بھی نہ کر پایا تھا۔ جانے یہ بقایہ زندگی کیسی گزرنے والی تھی؟ کس کے ہاتھوں گزرنے والی تھی۔۔

ہاں وہ خوش مزاج اور کسی کا بھی دل جیت لینے والا مرد تھا۔۔ مگر خود میر کے دل میں کیا چل رہا ہوتا ہے اسکے علاوہ صرف ایک شخص جانتا تھا۔ اسکا بہترین دوست اسکی رگ رگ سے واقف۔۔ وہ ساویز کو کچھ نہ بھی بتاتا تو وہ خود ہی سمجھ جاتا۔ اس نے ان دو، تین سالوں میں یہ اظہار کرنا بھی چھوڑ دیا تھا کہ اسے اپنا باپ بہت یاد آتا ہے۔۔ مگر ساویز جانتا تھا۔ ایک بہترین مرد کے ساتھ وہ میر کا بہترین دوست بھی تھا۔ روما اسکے لیے کل کائنات تھی۔ جب وہ دو سال کی تھی وہاب منصور کا ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال ہو گیا تھا۔ جس دن وہ ٹوٹا اسی دن تہیہ کر لیا کہ وہ روما کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دے گا کہ اس کا باپ مر چکا ہے۔

وارڈروب سے کپڑے نکال کر وہ فریش ہو کر باہر آیا۔ اتنے سالوں میں جب سے وہ

اپارٹمنٹ میں شفٹ ہوا تھا اسے تنہائی کی عادت ہو گئی تھی۔ کافی بناتے ہوئے اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ آسمان اب نیلے رنگ کا محسوس ہو رہا تھا۔۔ تو گویا چلو صبح کا آغاز ہو گیا تھا۔ کافی بھی اس نے ٹیرس میں بیٹھ کر پی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چہرے پر پڑتی جسم کو سکون پہنچانے لگی۔ لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ انیتس سال بھی کیسے بیت گئے۔ بہت سی مسکراہٹیں لبوں پر لائے اور بہت سے غم کے سمندر آئے۔۔ مگر سب بیت گیا۔ اب حال جو حال کر رہا تھا وہ اسے بھی جھیل رہا تھا۔۔ اگر کوئی میر سے پوچھے تو وہ بہت خوش تھا۔ اس کے پاس ایک اچھا مخلص دوست تھا، جان سے بڑھ کر بہن تھی گویا زندگی مکمل تھی۔۔ مگر ہاں ابھی بھی کسی کی کمی تھی۔ اب جانے وہ کوئی چیز تھی یا شخص!

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

"تم کتنی پیاری ہو!" دونوں ہتھیلیاں ٹھوڑی پر ٹکائے وہ مبہوت ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر کچھ ہی فاصلے پر بیٹھی لڑکی مسکرا دی۔

"تم بھی پیاری ہو سکتی ہو۔" پونی اتار کر نئے سرے سے خوبصورت بال بنائے گئے تھے۔ بیگ سے پاؤڈر اور ہلکی ہلکی سرخی نکال کر لگائی گئی تھی۔ اسکول کی چھٹی ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے مگر وہ دونوں ابھی بھی اسکول میں تھے۔

"تم نے اپنے بال کتنے اچھے سے بنائے ہیں سومیہ!" اسکی تعریف کرنے کے بعد روما خود کو اسکی سرخی والی ڈبی کی آئینے میں دیکھا۔ "اماں مجھے ایسے کبھی بال کھول کر اسکول نہ بھیجیں حالانکہ مجھے تمہاری طرح خوبصورت دکھنا بہت پسند ہے۔" اسے اماں کا کس کر پونی بنانا یاد آیا۔

"میری اماں کو بھی نہیں پسند لیکن مجھے دیکھو! میں بریک ٹائم میں اپنے بالوں کے اسٹائل بدل لیتی ہوں۔" ناز سے بتایا گیا۔

"جلدی بھی کرو! اتنا لیٹ ہونے پر میرو مجھ پر غصہ ہو گا۔"

"تمہارا بھائی کتنا ہینڈسم ہے! کاش کہ وہ مجھے پسند کر لے۔" سفید پاؤڈر بار بار چہرے پر لگاتے ہوئے اسکی رنگت ہی بدل گئی تھی۔ روما کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"اسکے نزدیک تم میری طرح ایک چھوٹی چودہ سال کی لڑکی ہو۔" خود ہی ہنس کر بتایا گیا۔

"تو کیا ہوا بھلا؟ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں! مجھے لگتا ہے میرو مجھے پسند کرتا ہے۔" چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔

"کاش کہ تم میری بھابھی بن جاؤ!" وہ اسے حسرت سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تمہارے بھائی کی زندگی میں کوئی اور لڑکی تو نہیں ہے نارو ما؟" یکدم یاد آیا تو صدمے سے پوچھا گیا۔

"نہیں خدا نہ کرے! میں میرو پر کڑی نگاہ رکھتی ہوں۔ وہ کسی کو پسند نہیں کرتا۔ بہن ہونا بھی کتنا مشکل ہے! بھائیوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے اور تو اور میں اسکے رشتے کے لیے پریشان ہوں۔ افففف!!!" بے حد جذباتی طور پر ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اپنی ذمہ داریاں سنا رہی تھی۔

"تم اس سے میرے بارے میں پوچھنا کہ میں اسے کیسی لگتی ہوں۔" سومیہ کی آنکھیں چمکیں۔

"ٹھیک ہے مگر ابھی جلدی کرو۔ میں نے اسے صرف تمہاری خاطر بہانہ کرکے اسکول بلوایا ہے ورنہ اسکے باس بہت غصے والے ہیں۔ اب بھلا بتاؤ! مینجر ہونا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔" وہ بیگ اٹھا کر کندھوں پر لٹکانے لگی۔

"اوہ میرو! اسے میری وجہ سے پریشانی ہوئی ہوگی۔" سومیہ کا چہرہ یکدم اداس ہوا۔ وہ بیگ جلدی سے پہنتی اسکے ہمراہ اسکول سے باہر نکلی۔ سڑک پر طالبات کی وجہ سے کافی رش تھا۔ دور قطار سے اسکول بس کھڑی تھیں جس میں بچے بیٹھ رہے تھے۔ وہ میرو کو تلاش کرنے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسکول کی عمارت سے کچھ دور اپنی سیاہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا میر وروما کو دیکھ رہا تھا جو ارد گرد نگاہیں دوڑا کر اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی۔ایک ہاتھ اوپر کر کے اس نے دور سے ہی اشارہ دیا۔روما نے خوشی سے اسے ہاتھ ہلایا۔میر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہے روما۔"سومیہ نے میر کو وثوق سے دیکھتے ہوئے روما کے کان میں سرگوشی کی۔چہرہ یکدم شرم سے سرخ ہو گیا اور وہ نظریں جھکا گئی۔دور کھڑے میر کو اس کا یہ انداز عجیب لگا۔

روما کا دل چاہا زور سے ہنس دے۔اب بھلا وہ اسے کیسے بتائے کہ میر وسومیہ کو نہیں بلکہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔سومیہ کا یوں بار بار شرم سے اسکو دیکھنا میر کو حیران کرنے لگا۔وہ اسے عجیب سی نظروں سے تک رہا تھا جیسے کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔اسے آفس بھی جانا ہے۔"اسے خدا حافظ کہتی وہ میر کی جانب تقریباً بھاگتے ہوئے آئی تھی۔ہاتھ ملانے کے بجائے سیدھا اسے کس کر گلے لگایا۔

"ہزار بار کہا ہے یوں پبلک پلیس میں اتنا چپکا مت کرو۔"ماتھے پر بل ڈالتا ہوا وہ اسے خود سے دور کرتا ہوا بولا۔

"میں نے بھی تم سے ہزار بار کہا ہے کہ یوں مجھے خود سے الگ مت کیا کرو۔ تم بالکل اچھے نہیں میرو!" بیگ اسکے ہاتھوں میں پھینکتی دوسری طرف سے اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔

"چلو آؤاب گول گپے بھی کھانے ہیں۔" بے فکری سے بتایا گیا۔ وہ چونک اٹھا۔

"کیا کہا؟" ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے پچھلی سیٹ پر اسکا بیگ رکھا۔ "تم پہلے یہ بتاؤ اتنی لیٹ کیوں باہر آئی تھی؟ جانتی ہوں میں کب سے کھڑا ہوں؟" دونوں آنکھیں اس پر جما کر کچھ گھورتے ہوئے پوچھا گیا۔ روما گاڑی کا بیک مرر اپنی طرف گھما کر بال ٹھیک کرنے لگی۔ پندرہ سال چھوٹی بہن کے ناز نخرے بالکل پچیس سالہ لڑکی کی طرح تھے۔

"میں تو پہلے ہی باہر آرہی تھی مگر وہ ہے نا سومیہ!" بہانہ سوچا گیا۔ "اس نے کہا تھا کہ مجھے تمہارے بھائی کو دیکھنا ہے تو میں نے سوچا کیوں نہ اسکی خواہش پوری کر دی جائے۔" اب کسی طرح تو سومیہ کی باتیں اس کے کان میں ڈالنی تھیں۔

"بہت عجیب طریقے سے دیکھ رہی تھی مجھے تمہاری دوست۔" گاڑی اسٹارٹ کر کے وہ روڈ پر لے آیا۔

"تمہیں اس کا یوں دیکھنا کیسا لگا؟" جلد بازی میں کچھ غلط بول بیٹھی۔

"کیا مطلب؟؟"میر نے آنکھیں پھاڑیں۔

"ن۔۔نہیں میرا مطلب یہ کہ وہ تمہیں کیسی لگی؟"بات کو بمشکل موڑا گیا۔

"ہاں اچھی بچی ہے۔پڑھائی کیسی جارہی ہے تم دونوں کی؟یاد رہے کہ بورڈ کا پہلا سال ہے۔دل لگا کر پڑھو گے تو اچھے نمبروں سے پاس ہو گے۔"

"یہاں سے سیدھے ہاتھ پر موڑ لینا گول گپے والے کا ٹھیلہ ہے۔"اسکی بات کو پل بھر میں رد کرتے ہوئے وہ اسے حکم دینے لگی۔میر اسے بھنویں اچکا کر دیکھتا رہ گیا۔اسکی بات کی تکمیل کرتے ہوئے وہ گاڑی موڑنے لگا۔روما کو ہینڈل کرنا ہی بہت بڑا کام تھا جسے وہ تن تنہا انجام دیتا تھا۔

آج اتوار کا دن تھا۔اسے میر سے ملنے جانا تھا اس لیے حسبِ معمول جلدی اٹھ گیا تھا۔کمرے کی کھڑکیاں کھول کر اندر آتی دھوپ کو کمرا روشن کرنے کی دعوت دی گئی۔وارڈروب سے سیاہ ہائینک اور کالی پینٹ نکال کر وہ کپڑے تبدیل کر آیا۔اسے خوشی تھی کہ کم از کم وہ آج وجاہت سلطان کی وجہ سے اپنا سکون برباد نہیں کرے گا۔ہاتھ میں گھڑی پہن کر اس نے خود پر پرفیوم چھڑکا۔

موبائل پر آتی کال نے اسکی ساری توجہ اپنی جانب کھینچی۔میر کی کال سمجھ کر اس نے موبائل اٹھا کر نام پڑھا۔چہرے کے زاویے بدلے۔وہ پل بھر میں بے سکون ہوا۔

"ہیلو؟"اس نے گھمبیر آواز میں کچھ گرفت سے کہا۔

"جانتے ہو جان کا خطرہ ہے پھر بھی بہادری سے بغیر سیکیورٹی کے گھومتے ہو؟مانناپڑے گا۔"اس کی بھاری آواز اور ہنسی ساویز کے کانوں میں چبھی تھی۔

"تم چاہتے ہو میں تمہارے خوف سے سیکورٹی رکھوں؟" ایک آبرو آچکا کر اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔

"مجھ سے نہیں ساویز!اپنے کیے گئے جرم سے ڈر کر سیکورٹی رکھو۔۔ان چھ ماہ میں تمہاری وجہ سے پستول میرے ہاتھ کی زینت بن چکی ہے۔"دانت پیس کر باور کروایا گیا۔ساویز گہری سانس خارج کی۔

"جو جرم میں نے کیا ہی نہیں اسکا خوف کیسا؟"یہ چھ ماہ ساویز کو بھی اندر سے کھا گئے تھے۔اس کا دوست دشمن بنا بیٹھا تھا۔

"تمہارے بارے میں سوچتا ہوں تو ماضی یاد آنے لگتا ہے۔تم نے بے مثال دوستوں کی فہرست سے نکال کر دشمنوں کی فہرست میں لکھ دیا۔۔جس پر اعتبار کیا اس نے ہی

دنیا اجاڑ دی۔" غم و غصے کی کیفیت اس پر حاوی تھی۔

"تم چاہتے ہو یہ الفاظ دوبارہ دہراؤں کہ وہ قتل میرے ہاتھوں نہیں ہوا تھا؟" ساویز نے مضبوطی سے کہا۔

"میرے جینے کا سہارا قتل کر ڈالا۔" لہجہ عجیب سا ہونے لگا تو آواز مزید بھاری ہو گئی۔

"اس رات۔۔اس رات تم وہاں پر موجود تھے۔"

"وہ رات میں نے اپنے گھر پر گزاری تھی وجاہت۔" نجانے اسے مزید اور کتنی صفائیاں دینی تھیں۔ "تمہارے اپنے ہی تم پر وار کر رہے ہیں۔" اس کا اشارہ وجاہت کے آدمیوں کی جانب تھا۔

"میں تمہیں اتنی اذیت دوں گا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم مجبور ہو جاؤ گے اور وجاہت سلطان اس وقت کا انتظار کرے گا۔ وہ لڑکی میرے لیے کیا تھی تم سب جانتے تھے۔ اب وجاہت پہلے کی طرح نہیں مسکراتا۔ اب وہ اس لڑکی کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ میری مجبوری کی حد دیکھنا چاہتے ہو؟ یہ جان کر بھی کہ تم قاتل ہو میں تمہیں قتل نہیں کر پا رہا۔ شاید اس لیے کہ یہ دل تمہیں اب بھی دوست کے نظریے سے دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید یہ سب خواب ہو۔"

ساویز نے آنکھیں کھڑکی کے باہر کی۔ دھوپ آنکھوں پر پڑی تو بھوری آنکھیں چمکنے

لگیں۔

"ہم اب بھی دوست ہیں۔ایک بہترین دوست! مگر تمہاری غلط فہمی ہمیں آج یہاں تک لے آئی۔مجھے یقین ہے تم ایک دن پچھتاؤ گے میرے یار! تم سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ میں نے آج تک ہر عورت کی عزت کی ہے۔یہ غلط فہمی بھی جلد مٹ جائے گی۔اس لڑکی سے مجھے کوئی غرض نہیں تھا کہ میں اسے قتل کر دیتا۔کیا ہوا اگر تمہیں سچ پتا چل جائے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔۔پھر؟ میں اب مزید تمہیں اپنے کردار کی صفائیاں نہیں دوں گا مگر ہاں وجاہت! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔مجھے مار دو! اگر تمہیں لگتا ہے کہ سکون اس میں ہے تو آؤ! مجھے شوٹ کر دو مگر گولی میری پشت پر چلانا تاکہ میں تمہارا چہرہ نہ دیکھ سکوں۔دوستوں کا کیا وار میں سہنے کی ہمت رکھتا ہوں۔" اسکا لب ولہجہ وجاہت کے بر عکس نرم تھا۔دوسری طرف طویل خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد ساویز نے موبائل کان سے دور کر کے رابطہ چیک کیا۔وہ کال پر ہی تھا۔ساویز کی باتیں اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئی تھیں۔ساکت چہرہ اور سپاٹ آنکھوں کی پتلیاں گویا ٹھہر گئی تھیں۔اگر اسے مارنا آسان ہوتا تو وہ یہ کام چھ ماہ قبل ہی کر چکا ہوتا۔اسکا دل پتھر ہو چکا ہوتا اگر ساویز اسکا یار نہ رہ چکا ہوتا۔ عجیب کشمکش سی پیدا ہونے لگی۔۔وہی ایک خدشہ! وہی ڈر کہ اگر وہ شخص ساویز نہ ہوا تو؟ دل ڈوبنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسکی باتیں وجاہت کے ذہن میں وہی سوالات اٹھا گئیں جو وہ تنہائی میں خود سے پوچھا کرتا تھا۔

ساویز نے کان سے موبائل دور کر کے کال کاٹنی چاہی۔ یہ خاموشی کافی طویل ہو گئی تھی۔ یہ سوچ کر کہ اسے اب کال کاٹ لینی چاہیے، وجاہت کال کاٹ چکا تھا۔ ساویز بے چارگی سے نفی میں سر ہلاتا موبائل جیب میں رکھتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

"تمہارا کمرا اتنا بکھرا ہوا کیوں ہے؟" دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتی وہ ہمیشہ کی طرح اسکے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"ایک کام والی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ آئے اور میرا کمرا صاف کر جائے۔" فریج سے گوندھا ہوا آٹا نکال کر وہ سلیپ پر رکھا۔ یہ آٹا اس نے آدھے گھنٹے پہلے ہی بہت مشکل سے گوندھا تھا۔ پراٹھے، روٹیاں اس نے کبھی اپنے لیے بھی نہیں بنائیں مگر روما جب بھی اس کے اپارٹمنٹ آتی، اس کے ہاتھ کے بنے پراٹھے لازمی کھاتی تھی۔۔

"وہ کب آئے گی؟ کمرا تو بہت زیادہ بکھرا ہوا ہے میرو!" اسے میرو کی ماں بننے کا ہمیشہ سے شوق تھا اور وہ یہ شوق ابھی بھی پورا کر رہی تھی۔

"آ گئی ہے اور میرے سامنے کھڑی ہے۔" اس نے روما کو دیکھا۔ "اب جاؤ میرا کمرا صاف کرو جب تک میں پراٹھا بنا رہا ہوں۔" سفید صاف ستھرا ایپرن پہن کر وہ اب باقاعدہ آٹا بیل رہا تھا۔ دونوں ہاتھ آٹے سے خراب ہو گئے تھے۔ رخسار پر جگہ جگہ خشکی لگی ہوئی تھی۔

"اگر تم میرو نہ ہوتے تو اب تک میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر چکی ہوتی۔" ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے دانت کچکچا کر کہا گیا۔ میر جواباً کھل کر مسکرا دیا۔

"میں ناشتے کے بعد تمہارا کمرا صاف کر دوں گی۔" اسکی طرف سے جواب نہ پا کر وہ میرو کو ناراض سمجھنے لگی۔ میر نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ پل بھر میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے اچانک یہ کیوں کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" کندھے اچکا کر اطمینان دلایا گیا۔ وہ اسکے نزدیک آئی۔ بانہیں پھیلا کر میر کو سختی سے پکڑا اور اپنا سر اسکے سینے پر ٹکا لیا۔

"ناراض نہیں ہوتے میرو!" محبت سے تاکید کی گئی۔ میر نے ایک آئبرو آچکا کر ڈھیروں حیرت سے اسے دیکھا۔

"میری ماں بن کر مجھے نصیحتیں نہیں کیا کرو۔ دور ہٹو میں کام کر رہا ہوں ورنہ یہ آٹے والے ہاتھ چہرے پر لگا دوں گا۔" مصنوعی رعب دکھاتے ہوئے وہ آنکھیں سکیڑ کر

بولا۔

"لگادو۔۔میں صاف کرلوں گی۔" روما اسکے سینے پر سر رکھ اب آنکھیں موند چکی تھی۔

میر نے گہری سانس بھر کر بیلا ہوا پراٹھا توے پر ڈالا۔

"ناشتہ کر کے کتابیں نکال لینا۔کمرے کی صفائی میں کر دوں گا۔" وہ کسی طور اس سے دور ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔نرمی سے کہتا وہ کچھ جھک کر اسکا ماتھا چومنے لگا۔

"تم بالکل اچھے نہیں میرو!" وہ یہ جملہ اسے تب ہی بولتی جب وہ اسے حد سے زیادہ اچھا لگا کرتا تھا۔روما دل میں سوچنے لگی کہ اپنے بھائی کو کیسے بتائے کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔" وہ ہنس پڑا۔روما نہ بھی کہے مگر وہ ان الفاظوں کے پیچھے کا راز سمجھ جاتا تھا۔

"میری ہمت کو داد دینی چاہیئے۔میں تمہارے ہاتھ کا بدذائقہ پراٹھا کھاتی ہوں۔" وہ ہنس کر دور ہٹی۔

"اگر اتنا ہی بدذائقہ ہے تو اتنے شوق سے کیوں کھاتی ہو؟" پل بھر میں وہ میر کا دل جلا گئی تھی۔

"اب بھائیوں کا پھیلایا ہوا رائتہ تو بہنوں کو ہی صاف کرنا پڑتا ہے نا۔۔ تم بے فکر رہو میرو! میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم جلا ہوا، سیاہ اور بد ذائقہ پراٹھا بناتے ہو۔" اسکا پراٹھا اتنا بھی برا نہیں تھا جتنا وہ اپنی باتوں میں بتا رہی تھی۔ میر نے اسکے آگے ناشتہ رکھا۔

"ناشتہ پورا کرنا۔اماں نے بتایا تھا کہ تم نے کل رات بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔" موبائل پر دوست کے میسجز کا جواب دیتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا۔

"تمہارا اینڈ سم والا دوست کب آئے گا؟" پراٹھے کا لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں شاور لینے جا رہا ہوں۔ ساویز آنے ہی والا ہو گا۔" موبائل وہیں میز پر رکھتے ہوئے وہ اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد روما نے مڑ کر میر کے کمرے میں جھانکا تھا۔ وہ وہاں کہیں نہیں تھا۔ واشروم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیلا کر اس نے میر کے موبائل کو دیکھا۔

"کہیں واقعی میرو کی زندگی میں کوئی لڑکی تو نہیں!" وہ اب موبائل کی گیلری کھول کر تصویروں کی تلاشی لے رہی تھی۔ روما سوچنے لگی کہ اگر واقعی کسی لڑکی کی تصویر نکل آئی تو سومیہ کا دل ٹوٹ جائے گا۔ کافی دیر تک تصویروں کی تلاشی لینے پر اسکی آنکھوں

کے سامنے ایک لڑکی کا چہرہ آیا۔وہ چونک اٹھی۔اس نے تصویر کی تاریخ پڑھی تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ تصویر شاید کافی سال پرانی رکھی ہوئی تھی۔روما کو شدید صدمہ لگا۔ تصویریں ڈھونڈتے ہوئے وہ کتنی آگے نکل چکی تھی۔

"یہ لڑکی کون ہے ؟"خوبصورت چہرے والی لڑکی اپنی چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔زرد ڈوپٹہ کاندھوں پر تھا اور بال کھول کر شانے پر پھیلے ہوئے تھے۔ہونٹوں کے پاس کنارے پر سیاہ تل تھا۔

"یہ کتنی پیاری ہے۔"اسکی آنکھیں تصویر پر ٹھہر سی گئی۔مڑ کر ایک نظر واش روم کے بند دروازے کو دیکھا گیا۔

"ہائے اللہ سومیہ ! کہیں یہ تمہاری سوکن نہ بن جائے۔"اس چودہ سال کی چھوٹی لڑکی کو اپنے انیتس سال کے بھائی کی شادی کی بے حد پرواہ تھی۔روما کے مطابق میرو کی شادی اسکی دوست سومیہ سے ہونی چاہیے۔اس نے تصویر کی تاریخ سے آج کی تاریخ کا موازنہ کیا۔

"پانچ سال پرانی تصویر !!"وہ چونکی۔ابھی مزید کچھ سوچتی کہ بیل بج اٹھی۔موبائل وہیں رکھ کر وہ دروازہ کھولنے دروازے تک پہنچی۔

"کون ہے ؟"اس نے دروازے کے پار پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تمہارا ہینڈسم والا بھائی!" ساویز کی آواز پر خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے دروازہ کھولا۔

"ہم آپکا انتظار کر رہے تھے۔" اسکے ہمراہ وہ چلتے ہوئے اندر آئی۔ پلیٹ میں رکھا آدھا پراٹھا اس نے میر کے کچن میں ہی کہیں غائب کر دیا تھا۔

"اوہ تو روما بھی میرا انتظار کر رہی تھی؟" خوشگوار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میر و نے کہا تھا آپ مجھے ریاضی کے کچھ سوالات سمجھا دیں گے۔" وہ اسے ہمیشہ کی طرح اچھا لگا۔ سیاہ پوری آستینوں والی ہائینک کے ساتھ کالی پینٹ۔۔ چہرہ تر و تازہ اور ہشاش بشاش تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے میز پر رکھیں روما کی کتابیں اٹھائیں۔

"مجھے لگا تم کمرے میں آؤ گے۔" تولیے سے سر صاف کرتے ہوئے میر وہاں آیا تھا۔

"تم نے میرے لیے غلطی سے کمرا صاف تو نہیں کر لیا تھا؟" ساویز نے جان بوجھ کر حیرانی والی تاثرات دیے۔

"نہیں میں سوچ رہا تھا اگر تم کمرے میں آجاتے تو کچھ سمیٹ لیتے۔"

ساویز نے اسے ایک آئبر واچکا کر دیکھا۔ اپنے اپارٹمنٹ آئے ہر شخص سے اس کا ایک ہی اظہار ہوتا تھا۔

"آپ فکر مت کریں ساویز بھائی۔ یہ ہر کسی کوئی یہی بولتا ہے۔" اسے لگا جیسے ساویز میر کو غصے سے دیکھ رہا ہو۔ کہیں انکی دوستی ٹوٹ نہ جائے مگر وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ پرانی یاریاں ختم کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ساویز اور میر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔

"پہلے آؤ تمہیں پڑھاؤں تاکہ پھر سکون کا سانس لے سکیں۔" قہقہے لگا کر کہتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ روما اسے بے حد وثوق سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب اسکی کتاب دیکھ رہا تھا۔ مسکراتا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا اور روما کے لبوں پر اب تک مسکراہٹ تھی۔ اسکی پر سنلٹی روما کو ہمیشہ بھاتی تھی۔ میر تیار ہو رہا تھا مگر وہ صرف ساویز کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کاش وہ بھی میر کی طرح اسکا سگا بھائی ہوتا۔ تھوڑی ہی دیر میں ساویز نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ سوال تم نے غلط کیا ہے روما۔ جو فارمولا تم نے استعمال کیا ہے اسے لکھنے میں تم نے کچھ غلطی کر دی تھی جس کی وجہ سے پورا سوال غلط ہو گیا۔" وہ اب اسے سوال سمجھا رہا تھا جبکہ میر نے کچھ دور آئینے کے عکس میں انہیں دیکھا۔ وہ شکر کرنے لگا کہ بلآخر وہ پڑھ

رہی ہے۔ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔امتحان روما کے ہوتے تھے اور ٹینشن میر کو ہوتی تھی۔ذرا سا مسکراتے ہوئے وہ کلائی پر گھڑی باندھنے لگا۔آج اسکے اپارٹمنٹ میں چھوٹی موٹی رونق لگی تھی اور یہ کتنا اچھا محسوس ہوتا تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

"تم اتنی بجھی بجھی کیوں ہو؟"وہ غنایہ کے لیے لائے کافی سارے تحفے دکھا رہی تھی۔

"نہیں ایسا تو نہیں!"پکڑ جانے کے خوف سے وہ یکدم گھبرا گئی۔عاشی نے اسکے تاثرات نوٹ کیے۔

"باصم کا کوئی معاملہ ہے؟"ایک آبرو اچکا کر پوچھا گیا۔غنایہ کا دل گھبرانے لگا۔اسے یاد تھا جب پانچ مہینے پہلے اس نے باصم کے بارے میں عاشی کو بتایا تھا تو اس نے تائی اماں کے گھر جا کر کتنا ہنگامہ کیا تھا اور باصم کو طرح طرح کی دھمکیوں سے نوازا تھا۔اس سب کے بعد غنایہ نے اسے باصم کے بارے میں کچھ بھی بتانا ٹھیک نہ سمجھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔"مخروطی انگلیاں مسلتے ہوئے وہ خود پر بمشکل قابو کر پا رہی تھی۔

"کون آیا ہے؟"عاشی کو باہر سے ابا کی آواز آئی۔اسکے کان کھڑے ہوئے۔غنایہ نے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسکی پلکوں کو دیکھا جو لمبی اور گھنی تھیں۔

"بیٹی آئی ہے۔" عفت کی آواز آئی۔

"کیوں؟" نجانے انہوں نے ایسا کیوں کہا۔۔

"آئی ہوں لیکن چلی جاؤں گی اس لیے آپ فکر مت کریں۔" باپ بیٹی کے درمیان کوئی نہ کوئی بحث چھڑی ہی رہتی تھی۔عاشی کے ماتھے پر گہرے بل نمودار ہوئے۔ غنایہ اور اس میں سات سال کا فرق تھا۔۔وہ اکیس سال کی تھی جبکہ عاشی اس سال اٹھائیس کی ہوئی تھی۔سات سال کا ایک اچھا فرق تھا۔

عاشی باہر سے آتی مزید آوازوں کو سننے لگی۔خوبصورت رنگ وروپ والی وہ بظاہر بے حد پرکشش اور خوبصورت لڑکی تھی۔

"تم کیوں ہر بات کا جواب دیتی ہو عاشی؟" اس نے بہن کو سمجھانا چاہا۔اپنے گھنے سیاہ بالوں کو جوڑے میں قید کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔منہ پر پانی مار کر ہلکی دھوپ کی روشنی میں غنایہ نے خود کو آئینے میں دیکھا۔دھوپ آنکھوں پر پڑی تو آنکھیں چندھیا سی گئیں۔بالوں کو نئے سرے سے کھول کر اب وہ انہیں سلجھا رہی تھی۔اس کی کھلتی سفید رنگت دھوپ میں چمکنے لگی۔آنکھوں کا رنگ مزید ہلکا ہو گیا۔

"نجانے انہیں مجھ سے کیا بیر ہے۔ میں انکی طرح ڈر ڈر کر زندگی بالکل نہیں گزارنے والی اس لیے جو مسئلہ ہوا کرے تم مجھ سے ضرور شئیر کیا کرو۔ میں اسے سلجھاؤں گی۔" اس نے اپنی گاڑی کی چابی غنایہ کی سنگھار میز سے اٹھائی۔

"میں چلتی ہوں۔ مزید یہاں رہی تو پاگل ہو جاؤں گی۔ آج کی چھٹی میں آفس کے کافی سارے ادھورے کام مکمل کرنے ہیں اس لیے میں زیادہ وقت یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔ اپنا خیال رکھنا۔" آئینے میں خود کو ایک بار دیکھتی ہوئی وہ اسکے گلے لگ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ غنایہ نے دکھ بھری گہری سانس اندر کھینچی۔ قدم بڑھا کر وہ کھڑکی تک آئی تھی۔ کمر سے نیچے تک بال کھل کر شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ دونوں ہاتھ کھڑکی پر جما کر وہ اب باہر دیکھنے لگی۔ موسم کافی خوش گوار تھا مگر دل کا موسم جان لے رہا تھا۔ روشن کمرے میں کھڑکی سے اندر آتی ہوا دل کو بھانے لگی۔ اس نے آخری بار عاشی کو جاتے دیکھا۔ عاشی نے اوپر دیکھ کر اسے رات میں کال کرنے کا اشارہ کیا تھا جس پر غنایہ فقط مسکرائی تھی۔ وہ بہن کو کیسے بتائے کہ محض کال کرنا کافی نہیں ہوتا۔ دل کے حال یوں سنائے نہیں جاتے۔۔۔ بے چینیاں سکون چھین لیتی ہیں۔ عاشی کی گاڑی اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی مگر وہ اب بھی ویسے ہی کھڑکی پر رکھے بازؤں میں سر ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔ اس امید پر کہ شاید ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا اور وہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پہلے کی طرح پھر سے کھلے گی۔۔۔

♡ جاری ہے ♡

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews